سوال

(283)ولی کا خیر خواہ ہونا ضروری ہے

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرح کہ میں مسماۃ صبیحہ (بیوہ) عمر ۴۰سال دوبچے موجود (ایک لڑکا ایک لڑکی) والد ، بھائی پانچ ، بہنیں تین موجود ہیں ۔ بیوہ ہوئے دو برس دس ماہ ہوچکے ہیں ۔ میں نکاح کرنے کی خواہش مند ہوں اس وقت عزیزوں میں موزوں رشتے موجود ہیں ۔ باپ اور بڑا بھائی بلا وجہ کے مخالفت کرتے ہیں ۔تین بھائی اور تین بہنیں آمادہ ہیں ۔ معاشرہ بڑا خراب ہے ، اس لئے چاہتی ہوں کہ اپنا جائز ٹھکانا بنالوں ۔ بطور ولی میرا نکاح میرے تینوں بڑے بھائی پڑھا سکتے ہیں ۔ اگر میرا باپ اور بڑا بھائی شامل نہ ہوں ۔ شریعت محمدی کے تحت فتویٰ صادر فرما کر ممنون فرمادیں

(صبیحہ (بیوہ) خادر وقار)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ صحت نکاح کے لئے ولی اقرب (باپ بشرطیکہ حیات ہو) کی اجازت شرط ہے ۔ جیسا کہ کتب احادیث میں زبان زد عوام مشہور حدیث ہے ۔ :

عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی ﷺ قال لا نکاح اِلابولی ۔اخرجہ ابو داوٗد (ج ۲ص ۸۵) والترمذی (ج ۱ ص ۲۰۳،۲۰۴) والدارمی (ج ۲ص ۲۳۷) والطحاوی (ج ۲ص ۵) وابن ابی شیبہ (ج ۷ص ۲۰۳) وابن الجارود (۷۹۲) وابن حبان (۱۲۴۳) والدارقطنی (ج ۳۸۰) والحاکم (ج ۲ص ۱۷۰) والبیھقی (ج ۷ص ۱۰۶) واحمد (ع ۴۱۳،۳۹۳) ارواء الخلیل ج ۶ص ۲۳۶) و نیل الاوطار باب لانکاح الا بولی ج ۶ص ۱۳۵)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوتا"

یہ حدیث لانکاح الابولی قومی ترین دلیل ہے اور اپنے حکم میں عام ہے ۔ لڑکی خواہ کنواری ہو یا بیوہ ہو ۔ بڑی ہو یا چھوٹی ، بالغہ ہو یا نابالغہ کسی کا نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں ۔

اس مضمون کی احادیث تیس صحابہ وصحابیات سے مروی ہیں ۔

((قال الحاکم وقد صحت الروایة فیہ عن الازواج المطھرات عائشة وام سلمة وزینب بنت جحش ثم سرد تمام ثلاثین صحابیا)

نیز امام علی بن مدینی ۔ امام بخاری ، امام محمد بن یحییٰ وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ۔ نیل الاوطار ج ا ص ۱۳۵ وارواہ الغلیل ج ٦ ص ۲۲۸ سبل السلام ج ۳ ص ۱۱۷ ۔ نیز امام حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی امام حاکم

سے موافقت کی ہے ۔ البانی نے بھی صحیح کہا ہے ۔ بہر حال یہ حدیث صحیح ہے کنواری اور بیوہ کو شامل ہے ۔ لہٰذا کوئی کنواری عورت اپنے ولی اقرب کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرواسکتی ۔ مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ عورت من کل الوجوہ مجبور اور ولی ہر لحاظ سے آزاد اور ہر طرح کے اختیارات کا اس حد تک مالک ہے کہ وہ اپنا ایک طرفہ فیصلہ اپنے زیر ولایت لڑکی پر ٹھونس سکتا ہے ، ایسا ہر گز نہیں ۔ بلکہ نکاح کا انعقاد ولی کی زیر ولایت لڑکی کے باہمی افہام و تفہیم اور باہمی رضا مندی سے منعقد ہوتا ہے ۔ کسی ایک فریق کا یکطرفہ اقدام شرعاً ہر گز قبول نہیں ۔ پس ولی اگر زیادتی اور ظلم کی ٹھان لے تو شرعاً وہ حق ولایت سے محروم ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ ولی کی ولایت سے مقصود بھلائی اور خیر خواہی ہے ، جب وہی ظلم پر آمادہ ہو تو ولی کاہے کا ۔ جائیداد ہتھیانے کے لئے اس کو نکاح ثانی سے روکنا چاہے یا اس طرح کی کسی اور غرض سے عورت کی مستقبل سے بے پرواہ ہوا ایسا کرے اور عورت کے اس شرعی حق پر قدغن لگا دے خصوصاً جب کہ رشتہ بھی موزوں ہے جیسا کہ سوال نامہ میں تحریر ہے تو شریعت اس قماش کے آدمی کو ولی قرار نہیں دیتی اس لئے حدیث ہے :

(وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - : «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ، فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ» (ا : رواہ الدار قطنی ، نیل الاوطار باب الشهادة فی النکاح ج ٦ ص ۱۲٦ وارواء الخلیل ج ٦ ص ۲۴۰)

یعنی اگر ولیوں کا باہم جھگڑا ہو جائے ۔ پس سلطان (قاضی) اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو ۔ گویا جھگڑے کی صورت میں ولی حق ولایت سے محروم ہو جاتا ہے یعنی ولی ولی نہیں رہتا کیونکہ ان سے لڑکی کو نفع پہنچنے کی امید نہیں ۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ جس ولی سے بھلائی اور نفع کی امید نہ ہو وہ ولی ازروئے شرع اپنی ولایت سے محروم ہو جاتا ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

((إذا كان الولی مضارا فولت رجلا وأنكحها فنكاحه جائز) (ا : رواہ الدار قطنی مع التعلیق المغنی وفتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۴۰۷))

ولی جب عورت کو نقصان دینے والا ہو اور وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا ولی قرار دے کر نکاح کر لے تو جائز ہے" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقصان پہنچانے والا ولی نہیں رہ سکتا ، بلکہ وقت کوئی اور ولی ہوگا ۔ امام شافعی رحمہ اللہ کتاب الام میں فرماتے ہیں :

(عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ») (۲ : کتاب الام ج ۵ ص ۱۹ و نیل الاوطار ج ٦ ص ۱۲۹ باب الشهادة فی النکاح والدار قطنی ج ۳ ص ۲۲۲ وفی ارواء الخلیل عن ابن عباس قال لانکاح لا باذن ولی مرشد او سلطان ج ٦ ص ۲۳۹ وفتح الباری ج ۹ باب السلطان ولی لانکاح الا بولی مرشد او سلطان ج ۹ ص ۱۵۷

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہدایت والے ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ۔ طبرانی اوسط میں ہے (لا نکاح الا بشاھدی عدل و ولی مرشد ۔ (۴ : ارواء الخلیل ج ٦ ص ۲۵۱)

(و من طریق الطبرانی فی الأوسط باسناد حسن عن ابن عباس لانکاح إلا باذن ولی مرشد أو سلطان) (ا : ارواء الخلیل ج ٦ ص ۲۳۹ وفی فتح الباری ج ۹ باب السلطان ولی لانکاح الا بولی مرشد او سلطان ص ۱۵۷)

یعنی ہدایت والے ولی یا سلطان کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی ہدایت والا ہونا چاہیے اگر ہدایت والا نہ ہو تو وہ ولی ہونے کا اہل نہیں ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں باپ کی ولایت کالعدم ہے ، کیونکہ سائلہ شرعاً نکاح ثانی کی مستحق ہے ، پھر عمر بھی نکاح کی متقاضی ہے ۔ مزید یہ کہ رشتہ بھی موزوں ہے ۔ پھر والد کا اپنی انا یا ہندوانہ رسم یا کسی دوسری سفلی غرض کے پیش نظر سائلہ کو اس کے شرعی حق سے محروم رکھنا صریحاً ظلم ہے اور ظالم ہدایت والا نہیں ہوتا ۔ پس حق ولایت شرعاً معزول ہے ۔ اب بادشاہ (قاضی) ولی ہے بشرطیکہ اسلامی حکومت قائم ہو ۔ چونکہ اس وقت ہمارے یہاں طاغوت کی حکومت ہے لہٰذا اب پنچایت کا سرپنچ شرعاً ولی ہے ۔ اگر اس کا اتفاق نہ ہو

تو نمبر دار، کونسلر ہے ۔ بعض اہل علم اول نمبر بیٹے کو کہتے ہیں ۔ اگر یہ ظلم کریں تو بھائی اس کے بعد چچا پھر چچا کا بیٹا ، پھر دادے کی اولاد اوپر جہاں تک اپنی نسب کا علم ہو ۔ غرض باپ کی طرف سے حق ولایت ہے ۔ ماں کی طرف سے نہیں ۔ (۲ : فتاوی اھل حدیث ج ۲ ص ۴۰۷)

السید محمد سابق المصری تصریح فرماتے ہیں :

(اتفق العلماء علی أنہ لیس للولی أن یعضل مولیتہ ، ویظلمہا بمنعہا من الزواج ، إذا أرادأن یتزوجہا کفء بمہر مثلہا ، فإذا منعہا فی ہذہ الحال کان من حقہا أن ترفع أمرہا إلی القاضی لیزوجہا ولا تنتقل الولایۃ فی ہذہ الحالۃ إلی ولی آخر یلی ہذا الولی الظالم ، بل تنتقل إلی القاضی مباشرۃ ، لان العضل ظلم ، وولایۃ رفع الظلم إلی القاضی) (۳ : فقہ السنۃ ج ۲ ص ۱۲۱)

اس مسئلہ میں علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ جب لڑکی اپنے کفو کے ساتھ مہر مثل طے کر کے نکاح کرنا چاہے اور اس کا ولی مانع ہو یعنی اس کی اجازت نہ دے تو ایسا ولی ظالم ہے اور وہ شرعاً ولی ہی نہیں رہتا ۔ اس صورت میں لڑکی اپنا مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کرے ۔ بشرطیکہ ملک میں اسلامی حکومت نافذ اور قائم ہو ۔ اور وہ اس لڑکی کا نکاح کر دے ۔

اس کی واضح دلیل یہ آیت ہے :

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ...۲۳۲ ... البقرۃ

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ جمیل کو اپنے شوہر ابو البداح سے رجعی طلاق کی عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کرنے سے روکا تھا ۔

خلاصہ : بحث صورت مسئولہ میں سائلہ صبیحہ (بیوہ خاور) اپنے کسی بڑے بھائی ، چچا یا پھر برادری کے بڑے آدمی کو اپنا ولی مقرر کر کے نکاح کر سکتی ہے ۔ بشرطیکہ وہ اپنے کفو کے ساتھ مہر مثل کے ساتھ نکاح کرے یہ جواب بشرط صحت سوال تحریر کیا گیا ہے مفتی کسی قسم کے قانونی سقم اور عدالتی جھمیلوں میں ہرگز مسئول نہ ہو گا ۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص716

محدث فتویٰ